جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

حجۃ الاسلام
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ

عظیم شخصیات

آسمان سے نہیں اترتیں

بلکہ

زمین پر پیدا ہوتی ہیں،

زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛

اور یہ کہ

ہر بچہ

اگر 'چاہے'

تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

ہم غلامانِ محمدؐ ہیں اجالوں کے سفیر
ہم نے ہر دور میں ظلمت سے بغاوت کی ہے

”رڑکی... فوجی چھاؤنی تھی... دیانند سرسوتی تقریریں تو شہری آبادی میں کرتے تھے لیکن ان کا قیام فوجی ایریا میں تھا... حضرت نانوتویؒ نے رڑکی پہنچتے ہی تحریر لکھی کہ میں آگیا ہوں وقت متعین کر کے فوراً مطلع کیجیے۔ مناظرہ کی جو شرائط ہوں اور جس موضوع پر بھی مناظرہ منظور ہو وہ سب ہم کو تسلیم ہے۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں... پنڈت جی نے ہزاروں بہانے کیے، نہ تاریخ مقرر کی، اور نہ آنے کا وعدہ کیا تو آپ نے دوسری اور پھر تیسری تحریر لکھ کر بھیجی... اس دوران چھاؤنی کے ایک انگریز کرنل نے آپ سے ملنا چاہا اور اپنے پیشکار کو سواری دے کر بھیجا... حضرت نانوتویؒ نے چار آدمیوں کو اپنے ساتھ لیا اور ڈرائیور کے ساتھ کرنل کے بنگلے پر پہنچ گئے... کرنل نے اپنا آدمی بھیج کر پنڈت جی کو بلوالیا۔ جب وہ آئے تو کرنل نے ان سے کہا کہ تم مولوی صاحب سے بات کیوں نہیں کر لیتے؟ مجمع عام میں جب آپ تقریریں کر لیتے ہیں تو مجمع عام میں گفتگو اور مباحثہ بھی ہوسکتا ہے۔ پنڈت جی نے کہا کہ مجمع عام میں مناظرہ کرنے سے فساد کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس وقت شہری علاقہ کا کپتان کرنل کے پاس موجود تھا اس نے کہا کہ ہم ذمہ داری لیتے ہیں کوئی فساد نہیں ہونے دیں گے، پھر بھی وہ تیار نہیں ہوئے۔ تو حضرت نانوتویؒ نے کہا کہ مجمع عام میں آپ گفتگو کے لیے تیار نہیں ہیں تو آیئے اسی مجلس میں ہم اور آپ گفتگو کریں۔ یہاں دس بارہ آدمی موجود ہیں انھیں کی موجودگی میں سوال و جواب ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ میں مناظرے کے لیے تیار ہو کر نہیں آیا ہوں... جب پنڈت جی نے دیکھا کہ حضرت نانوتویؒ سے نجات مشکل ہے تو... ایک رات خفیہ طور پر... رڑکی سے رخصت ہو گئے۔[1]“

(اسیر ادروی)

محمد قاسم نانوتوی

پیدائش سے بلوغت تک: محمد قاسم نانوتوی کی ولادت نانوتہ ضلع سہارنپور کے ایک معزز صدیقی خاندان میں جنوری 1833 میں ہوئی۔ بچپن ہی سے ذہانت وذکاوت کے جوہر کھلنے لگے۔ حرف شناسی کے بعد قرآن ختم کرنے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ ہرفن مولا تھے۔ بھلے ہی مزاج میں انتہائی سنجیدگی تھی اور زیادہ تر وقت لکھنے پڑھنے میں گزارتے تھے لیکن کسرتی کھیلوں سے شغف رکھتے تھے، خصوصاً نشانے بازی میں تو ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر دیوبند اور سہارنپور کے نامور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ 12 سال کی عمر میں اعلیٰ تعلیم کے لیے عربک کالج دہلی میں داخلہ لیا۔ اسی دوران ایسٹ انڈیا کمپنی نے عربک کالج میں نیا نصاب لاگو کردیا جس کے مطابق اب عربی پڑھنے والے طلبہ کو بھی جغرافیہ، جیومیٹری، الجبرا، فلسفہ، تاریخ، سیاسیات، اور معاشیات جیسے مضامین پڑھنا لازم ہوگیا۔ لیکن محمد قاسم ذرا پریشان نہ ہوئے۔ انھوں نے ان اچھوتے مضامین کی کتابیں حاصل کیں اور گھر بیٹھے بیٹھے ہی، اپنے مطالعے کے دم پر، سارا نصاب مکمل کرلیا۔ اس بات کی شہرت جب ان کی جماعت کے طلبہ اور اساتذہ میں ہوئی تو کسی نے بھی یقین نہیں کیا۔ جب وہ اپنے دعوے پر مصر رہے تو ان کے اساتذہ اور دوستوں نے ان کی اس 'گپ' کی قلعی کھولنے کے لیے ان سے سوالات کرنا شروع کیے۔ آسان سے لے کر مشکل ترین سوالات کے صحیح جواب دے کر انھوں نے سب کے منہ پر تالا لگا دیا اور یوں پوری یونیورسٹی میں ان کی ذہانت اور علمی لیاقت کا طوطی بولنے لگا۔ آپ نے بوجوہ عربک کالج کا سالانہ امتحان نہیں دیا۔ اور اس طرح ڈگری لیے بغیر آپ 17 سال کی عمر میں باقاعدہ تعلیم سے 'فارغ' ہوگئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ دہلی کے **مطبع احمدی** میں تصحیح کا کام کرنے لگے۔ یہاں صحیح بخاری کے آخری حصے پر آپ نے جو حواشی لکھے ان کی علمی حلقوں میں خوب پذیرائی

ہوئی۔

قاسم نانوتوی ابھی 25-26 برس کے نوجوان ہی تھے کہ غدر 1857 کا ہنگامہ برپا ہوا۔اس غدر میں، جس کی قیادت میں علماء کرام پیش پیش تھے، حضرت نانوتوی نے جم کر حصہ لیا اور مجاہدین کے دوش بدوش فرنگیوں پر تلواریں برسائیں۔ایک موقع ایسا بھی آیا کہ قومی رہنما پس وپیش میں تھے کہ آیا انگریزوں کی شکست ممکن بھی ہے یا نہیں؟ وہ اپنی بے سروسامانی کا رونا رورہے تھے کہ مولانا نانوتوی نے اٹھ کر کہا، "**کیا هم اصحاب بدر سے بهی کم هیں؟**"، اس ایک جملے نے ہر تردد کو دور کردیا اور علماء کی قیادت میں مسلمانوں نے پورے شرحِ صدر کے ساتھ بغاوت میں حصہ لیا۔غدر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کی چولیں ہلا ڈالیں لیکن ملک پر برطانیہ کا غاصب قبضہ بہرحال برقرار رہا۔ غدر کی آندھی جیسے تیسے تھمی تو انگریزوں نے باغیوں کو کچلنے کی ٹھانی۔اس ضمن میں مولانا قاسم نانوتوی کے نام بھی وارنٹ جاری ہوا؛ دوبار تو ایسا ہوا کہ پولس بالکل سامنے آکھڑی ہوئی مگر ان کے تصور میں مولانا قاسم کی شبیہ ایک لحیم شحیم اور 'باتوند' بزرگ کی تھی لہٰذا وہ نحیف الجثہ اور موٹا جھوٹا پہننے والے نوجوان نانوتوی کو پہچان ہی نہیں پائے اور یوں ان کی جان چھوٹی۔ 1860 میں مولانا نے حج کی سعادت حاصل کی واپسی پر یکے بعد دیگرے میرٹھ کے کئی مطابع میں خدمات انجام دیں۔

اصل کارنامه: حضرت نانوتوی کا زندہ جاوید کارنامہ جو نہ صرف برطانوی ہند کے خطرناک ماحول میں تحفظ اسلام وامت مسلمہ کی ضمانت بنا بلکہ آج تک اس کی حرارت سے نہ جانے کتنے قلوب، ایمان کی حقیقی روشنی سے مستفیض ہوئے ہیں...وہ کارنامہ ہے **دارالعلوم دیوبند کا قیام**۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام سے لے کر اس کے استحکام تک کا خواب حضرت نانوتوی نے نہ صرف دیکھا بلکہ اسے شرمندۂ تعبیر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔آج بھی وہ ہندوستان کا سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے۔انھوں نے صرف اس ایک مدرسے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ پورے ہندوستان میں (مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد پہلی بار) مدرسوں کا ایک جال بچھا دیا تاکہ ایسے مردان کار پیدا ہوں جو 'ماڈرن' نظریات اور خطرات کا اسلام کی روشنی میں جم کر مقابلہ کرسکیں، ان میں سہارنپور، مرادآباد، داناپور، میرٹھ اور بریلی کے مدارس قابل ذکر ہیں۔یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان میں اسپین کی تاریخ دہرائی جانے والی تھی۔عیسائی مشنری حکومت کی مدد سے دین کو فنا کرنے پر تلے تھے، امت تباہی کے

دہانے پر کھڑی تھی لیکن حضرت نانوتوی نے اس دور میں مدارس کو دین کے قلعوں کا روپ دے کر انگریزوں کے عزائم پر پانی پھیر دیا۔

ہمتِ مرداں: اس زمانے میں اسلام پر چہار طرفہ یلغار ہو رہی تھی۔ اللہ اور اس کے پیغمبر اور دین اسلام کی تعلیمات پر نت نئے اعتراضات کیے جا رہے تھے۔ لہٰذا امت مسلمہ کو احساس کمتری سے نجات دلانے کی واحد سبیل یہ تھی کہ ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا جائے۔ مولانا قاسم نانوتویؒ نے اس مورچے پر بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ عیسائی پادری ان دنوں مناظرے منعقد کر کے اپنے جاہ و جلال اور حشمت کی جھوٹی شان کے ذریعے مسلمانوں کا منہ بند کر کے عوام میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ایسے ہی ایک عظیم مناظرے میلہ خدا شناسی (77-1876 شاہجہاں پور) میں مولانا نانوتوی اسلام کی نمائندگی کرنے پہنچے تو عیسائی پادریوں کے کھوکھلے دلائل کی ہوا نکال کر رکھ دی۔ عیسیٰؑ کو نبی ثابت کیا۔ تثلیث کے عقیدے کی پول کھول دی۔ موجودہ بائبل میں تحریفات کو ثابت کیا۔ اسلام کی حقانیت، اللہ کی ربوبیت کو عام مثالوں کے ذریعہ ذہن نشین کرایا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے پادریوں کو مناظرہ بیچ ہی میں چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

پنڈت دیانند سرسوتی بھی اسلام اور قرآن کے بارے میں عوام میں زہر افشانی کرتے تھے۔ مولانا قاسم نے انھیں کئی بار دعوت دی کہ آیئے عوام میں بحث ہو جائے لیکن دیانند سرسوتی نہ مانے۔ مجبور ہو کر مولانا قاسم نانوتوی ایک نہیں دو دو بار رڑکی اور میرٹھ میں (جہاں انھوں نے اپنی زہر افشانی سے کہرام مچا رکھا تھا) ان کے سامنے آ گئے کہ چلیے عوام میں نہ سہی ہم دونوں بات چیت کر لیں لیکن پنڈت جی دونوں ہی بار راتوں رات شہر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ پنڈت جی کے اعتراضات کو جمع کر کے مولانا قاسم نے ان کے جوابات مرتب کرائے اور ہندوستان بھر میں دیانند سرسوتی کے پروپیگنڈے کی ہوا اکھاڑ دی۔

اسلام کے دفاع ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی اصلاح کے میدان میں بھی مولانا قاسم نانوتوی نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ عام معنوں میں ایک مصلح نہیں تھے بلکہ اپنی ذات میں سراپا اصلاح تھے۔ مثال کے طور پر ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بیواؤں کی شادی کو برا سمجھا جانے لگا تھا، مولانا نانوتوی نے اس رسم کو اپنی گفتگو اور خطبات میں ہی برا بھلا کہنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی بوڑھی

بیوہ بہن کی دوبارہ شادی کر کے اس رسم کو عملاً پاؤں تلے روند دیا۔

آخری سفر: آپ کے متعدد مکتوبات کے مجموعے اور رسالے چھپ چکے ہیں۔ آریاؤں کے اعتراضات کے جوابات پر مبنی آپ کی کتب تبحر علمی اور منطقی استدلال کا شاہکار ہیں۔ اپنے کارناموں کی وجہ سے حجۃ الاسلام کا لقب پانے والے مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اپریل 1879 میں محض 49 سال کی عمر میں داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجر جزیل سے نوازے اور ان کے جانشینوں کو مسلکی تعصّبات سے مبرا ہو کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین!